Al-Qalam القلم
p-ISSN: 2071-8683, e-ISSN: 2707-0077
Volume:26, Issue:1, 2021; pp. 169-197

وبائی امراض کی حیثیت ونوعیت: اسلامی نقطہ ہائے نظر

The Nature of Pandemics: Islamic Perspectives

Professor Dr. Mohammad Zia-ul-Haq *(corresponding author)*
Director General, Islamic Research Institute, International Islamic University, Islamabad
Email: muhammad.ziaulhaq@iiu.edu.pk

Dr. Muhammad Riaz Mahmood
Associate Professor, Department of Islamic Studies, National University of Modern Languages, Islamabad

KEYWORDS

EPIDEMICS, GOD, ISLAM, MUSLIM SCHOLARS, PANDEMICS, RELIGION.

Date of Publication: 26-06-2021

ABSTRACT

This research article is intended to determine and analyze the status and nature of pandemics in the light of Islamic theology and teachings. Pandemics is an ancient and important human problem that still needs to be solved. Religious circles have been contemplating the pandemics, the causes of their arrival and the various ways to get rid of them in different ways. Some questions about the pandemics and epidemics are of great importance in the context of Islam. There are different viewpoints about the arrival of pandemics, their prevention, their religious and spiritual logic, medical status, material existence and their contagion. It is significant to find answers to these questions in the context of the importance of God's existence, the spiritual and social need for religion and the response of Muslim scholars regarding pandemics. This article is consisted of six parts to analyze different Islamic perspectives about the pandemics and their related discussions.

موضوعِ تحقیق کا تعارف، اہمیت اور پس منظر

وبا ایک ایسا اہم انسانی مسئلہ ہے جو مختلف زمانوں اور علاقوں کے انسانوں کی مختلف شعبہ جات میں پیش کردہ شاندار کارکردگی اور اس کی بنیاد پر حاصل ہونی والی مختلف الانواع ترقیوں کے باوجود تاہنوز حل طلب ہے۔ وباؤں کی حیثیت و نوعیت، ان کی آمد کے اسباب اور ان سے نجات حاصل کرنے کے مختلف طریقوں کے بارے میں مذہبی حلقے مختلف انداز میں غور و فکر کرتے آئے ہیں۔ اسلامی عقائد و تعلیمات کے پس منظر میں وباؤں سے متعلق بعض سوالات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ وباؤں کی آمد کیوں ہوتی ہے؟ ان کا تدارک کیسے ممکن ہے؟ ان کی آمد کے اسباب مذہبی و روحانی ہیں یا طبی و مادی؟ یہ خدا کی طرف سے آتی ہیں یا خدا اس صورت حال سے کوئی تعلق نہیں رکھتا؟ اسلامی تصورِ حیات کے مطابق کیا کوئی مرض متعدی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ایسے امراض انسانوں کی اغلاط کا نتیجہ ہیں یا ان کے گناہوں کی سزا؟ وباؤں کے کون سے پہلو باعث رحمت ہیں اور کون سے پہلو باعث زحمت؟ ان کی آمد ایک اتفاقیہ معاملہ ہے یا خدائی حکمت عملی کے تحت ایک طے شدہ امر؟ یہ کن لوگوں کے لیے سزا کا باعث ہیں اور کن کے لیے جزا کا باعث؟ اسی نوعیت کے بہت سے سوالات ایسے ہیں جن سے متعلق اسلامی تعلیمات کے پس منظر میں مختلف نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں۔ وباؤں کی آمد کے اسباب اور ان سے متعلق مختلف سوالات پر غور و فکر ایک اہم علمی سرگرمی ہے۔ وباؤں کی حیثیت، ان سے بچاؤ کے لیے اختیار کردہ حکمت عملی اور اس حوالے سے احتیاط و علاج کے اہتمام سے متعلق مختلف سوالات کا جواب تلاش کرنا اسلامی تعلیمات کی تفہیم و تشریح کے ضمن میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اسی علمی و فکری ضرورت کی تکمیل کے پیش نظر موضوعِ تحقیق کے طور پر "وبائی امراض کی نوعیت: اسلامی نقطہ ہائے نظر" کا انتخاب کیا گیا ہے۔ مضمون ہذا کو پانچ اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے جزو میں اسلامی تعلیمات کے پس منظر میں وباؤں پر اللہ تعالیٰ کے اختیار کو بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے جزو میں وبائی امراض کی حیثیت سے متعلق متنوع اسلامی نقطہ ہائے نظر کو واضح کیا گیا ہے۔ تیسرے جزو میں وباؤں کے ساتھ تعامل اور علاج سے متعلق اسلامی تعلیمات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ چوتھے جزو میں وباؤں سے بچاؤ اور علاج کے حوالے سے پاکستان کے مسلم علماء کے حالیہ طرز عمل کا جائزہ لیا گیا ہے۔ پانچویں جزو میں نتائج ذکر کیے گئے ہیں۔

1۔وباؤں پر اللہ تعالیٰ کے اختیار کے بارے میں اسلامی تعلیمات

وبا ایسی بیماری کو کہا جاتا ہے جو وسیع پیمانے پر پھیل جائے اور وہ ایک شخص سے دوسرے شخص کو بڑی تیزی سے منتقل ہو جائے۔ اگر یہ بیماری کسی مخصوص علاقے تک محدود رہے تو اسے انگریزی میں Epidemic کہا جاتا ہے، اگر یہ بیماری مختلف ممالک کی حدود کو عبور کر کے پوری دنیا کو متاثر کر دے تو اسے Pandemic کہا جاتا ہے۔[1] ان دونوں انگریزی اصطلاحات کے ترجمہ کے طور پر اردو میں لفظ "وبا" استعمال ہوتا ہے۔"وبا" کا لفظ اردو میں عربی سے آیا ہے۔ عموماً متعدی بیماری کو "وبا" کہا جاتا ہے۔[2] انسانی تاریخ میں مختلف وبائیں طاعون، کالی موت، بخار اور دوسرے کئی ناموں سے آتی رہی ہیں۔[3] یونان کے معروف شہر ایتھنز میں 430–420 قبل مسیح میں ظاہر ہونے والی وبا کو قدیم ترین وبا سمجھا جاتا ہے۔[4] مسلمانوں نے بھی مختلف ادوار میں وبائی امراض کے مصائب کا سامنا کیا۔ مسلم معاشروں کو ان امراض کی وجہ سے بہت سے نقصانات برداشت کرنا پڑے۔[5] یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے وباؤں کے علاج اور اس ضمن میں ادویات کی تیاری پر توجہ دی۔[6] اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق تمام بیماریوں اور وباؤں پر اللہ تعالیٰ کو مکمل اختیار حاصل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا واحد خالق اور اس میں موجود تمام مخلوقات کا رب ہے، تمام حالات وواقعات اسی کی مرضی سے رونما ہوتے ہیں، اس کی لامحدود طاقت وقدرت کے سامنے تمام مخلوقات بے بس اور عاجز ہیں، وہ مسبب الاسباب ہے، وہ تمام اسباب کو مؤثر یا غیر مؤثر کرنے کا پورا اختیار رکھتا ہے، وہ مختلف اسباب کے اثرات کو محدود بھی کر سکتا ہے اور لامحدود کرنے کی بھی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ اس پس منظر میں ضروری ہے کہ تقدیر پر پختہ یقین رکھا جائے، دنیا کی تمام اشیاء اور اسباب پر تقدیر غالب ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تقدیر کو دنیا پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیا تھا۔[7] ☆ تمام مصیبتیں، بیماریاں اور وبائیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے نتیجے میں ہی وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾[8] آپ فرمادیں کہ ہم کو ہر گز نہیں پہنچے گا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھا ہوا ہے، وہی ہمارا کارساز ہے، پس مومنوں کو چاہیے کہ وہ اللہ پر ہی بھروسہ کریں۔ ☆ تمام چیزوں کو اللہ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾[9] ہر ذی روح کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور تمہیں آزمایا

جاتا ہے برائی اور بھلائی سے اور ہماری طرف ہی تم لوٹ کر آؤ گے۔ ☆ اللہ کی مرضی ہر صورت میں پوری ہو کر رہتی ہے۔ارشاد ہے: ﴿قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ [10] آپ فرما دیں کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا اپنی قتل گاہوں تک نکل کر آتے، اور اس لئے کہ اللہ تمہارے سینوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے، اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ ☆ قرآن مجید کی ان ہدایات کا براہ راست مفہوم یہ ہے کہ اگر ساری انسانیت کسی کو فائدہ اور نفع بہم پہنچانے پر متفق ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھے ہوئے سے زیادہ نفع فراہم کرنے پر قدرت نہیں رکھ سکتی ،اسی طرح اگر تمام لوگ کسی کو نقصان دینے پر متفق ہو جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ترتیب دی گئی تقدیر سے بڑھ کر نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ تقدیر پر مضبوط ایمان ہی انسان کو ذہنی کرب سے نجات عطا کرتا ہے۔ یہ ایمان رکھنے کے نتیجے میں ہی مسلمان جزع وفزع سے بچ جاتے ہیں اور بہت سی نفسیاتی، جذباتی اور ذہنی بے چینیوں سے انہیں نجات حاصل رہتی ہے۔ کرۂ ارض پر اللہ تعالیٰ کے لا محدود اختیارات کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ صحت اور بیماری کا تعلق بھی منشاء خداوندی سے ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ﴾ [11] اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ ☆ مرض اور علاج، دونوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ روایت ملاحظہ ہو: **"ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء"** [12] اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی مرض نازل نہیں کی جس کا علاج نازل نہ کیا ہو۔ ☆ ایک دوسری روایت ملاحظہ ہو: **"ان الله انزل الداء، والدواء ،وجعل لكل داء دواء "**۔[13] اللہ تعالیٰ نے مرض اور شفاء نازل کئے، اور ہر مرض کے لیے شفاء بھی نازل کر دی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بیماری کے آنے پر دعائیں کرنے کی ہدایت فرمائی، ان دعاؤں کے الفاظ سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بیماری سے نجات عطا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء کو ہی دخل حاصل ہے۔ ایک دعا کے الفاظ ملاحظہ ہوں: **"أسأل الله العظيم رب العرش العظيم أن يشفيك"** [14] میں عرش عظیم کے عظیم اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ تمہیں شفاء دے۔ ☆ ایک دوسری دعا ملاحظہ ہو: **"اللهم أذهب البأس رب الناس، واشف فأنت الشافي، لا شفاء إلا شفاؤك شفاء لا يغادر سقما."** [15] اے پروردگار! بیماری دور

کر دے،اے انسانوں کے پالنے والے !شفاء عطا فرما، تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیری شفاء کے سوا اور کوئی شفاء نہیں ،ایسی شفاء دے جس میں مرض بالکل باقی نہ رہے۔ ☆ بیماری کو دور کرنا اور انسانوں کو شفاء عطا کرنا اللہ تعالیٰ کا منصب ہے،یعنی ادویات میں تاثیر پیدا کرنے کا اختیار بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ کوئی وبا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر نہیں آسکتی،وباؤں اور ان کے اثرات کو ختم کرنا پوری طرح اللہ تعالیٰ کے دائرۂ اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کو یہ زیبا نہیں کہ وہ بلا وجہ انسانوں کو تکلیف، بیماری اور وبا میں مبتلا کرے۔ اگر انسانوں کو ایسی کیفیات میں مبتلا کیا جائے تو ان پر لازم ہے کہ وہ ان کیفیات کے اسباب و محرکات کو تلاش کریں اور اپنے علم و عمل کی مدد سے صورت حال کی بہتری کے لیے کوشاں ہوں۔ ان حقائق کا تقاضا ہے کہ وبائی ایام میں اللہ تعالیٰ کی طاقت وقدرت پر مستحکم ایمان رکھا جائے ، زندگی کے تمام مراحل میں اسی کی طرف رجوع کیا جائے،اسی سے رہنمائی طلب کی جائے،اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی جائے اور اسے یقین دہانی کرائی جائے کہ آئندہ اس کے احکام پر عمل کیا جائے گا۔

2۔وبائی امراض کی حیثیت سے متعلق متنوع اسلامی نقطہ ہائے نظر

فکر اسلامی کے پس منظر میں وبائی امراض کی حیثیت و نوعیت کے تعین کے ضمن میں تین نقطہ ہائے نظر نمایاں ہیں۔ پہلا نقطۂ نظر یہ ہے کہ دنیا میں انسانوں پر مصائب و آلام اور امراض اِن کے اپنے گناہوں اور اغلاط کے سبب سے آتے ہیں۔ دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ امراض و تکالیف کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے علم ،صلاحیت اور تدبر کا امتحان لیتا ہے۔ تیسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مصائب و امراض میں مبتلا کرکے اُن کو صبر و استقامت، توبہ و استغفار اور عبادات و اذکار کے مظاہرے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں بندوں کو اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے۔ اس مفہوم میں وبائی امراض اللہ تعالیٰ کی نعمت و رحمت قرار پاتی ہیں۔ ذیل کی سطور میں ان تینوں نقطہ ہائے نظر کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

الف-وبائیں گناہوں اور غلطیوں کی سزا ہیں

اللہ تعالیٰ نے انسان کو نہ صرف ارادے اور اختیار کی نعمت سے مالا مال کیا بلکہ اُسے وہ تمام قواعد و ضوابط بھی بتلا دیے جن کے ذریعے وہ بخوبی معلوم کر سکتا ہے کہ کن اعمال کا نتیجہ اُس کے حق میں اچھا اور کن کا بُرا ہے۔ بُرے

اعمال کے ارتکاب کے سبب مصائب و مشکلات کا شکار ہوتا ہے۔ ☆ قرآن حکیم نے اس حقیقت کی طرف اشارہ ان الفاظ میں کیا ہے: ﴿وَمَآ أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ﴾[16] اور تم پر جو مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں سے آتی ہے اور وہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ ☆ دنیا میں انسان جو گناہ اور جرم کرتا ہے، اس کی وجہ سے دنیا میں ہی انسان کو مصیبتوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ مصیبتیں اور مشکلات مختلف شکلوں اور صورتوں میں نازل ہوتی ہیں۔ امام طبریؒ لکھتے ہیں: "اے لوگو! دنیا میں تمہاری اپنی ذات، تمہارے اہل و عیال اور تمہارے اموال میں جتنی بھی مصیبتیں آتی ہیں وہ تمہارے اُن گناہوں کی سزا ہے جو تم سے سرزد ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سارے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اور اُن کی سزا نہیں دیتا۔"[17] ☆ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور کسی معقول وجہ کے بغیر وہ واپس نہیں لی جاتیں۔ جب کسی قوم کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُس قوم سے نعمت واپس لے لیتا ہے۔ ارشاد باریٰ تعالیٰ ہے: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾۔[18] یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی اُس نعمت کو نہیں بدلتا جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو جب تک وہ اپنے حالات خود تبدیل نہ کر لیں۔ ☆ نعمتوں کی واپسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کے طریقۂ کار اور اس کی قرآنی وضاحت کی بابت امام طبریؒ کا مؤقف یہ ہے: "اور ہم نے اپنی آیات کا انکار کرنے والے کفار کو ان کے گناہوں کے سبب بدر کے مقام پر پکڑا۔ یہ اس لیے کیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کی گئی نعمت کو تبدیل کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس اپنا رسول ﷺ بھیجا، انہوں نے اس رسول ﷺ کو وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا، اس کی تکذیب کی اور اس کے ساتھ جنگ کی۔ ہم نے ان کو ہلاک کر کے ان کو عطا کی ہوئی نعمت تبدیل کر دی جس طرح ہم نے ان سے پہلے زمانہ ماضی میں ان لوگوں کے ساتھ کیا جنہوں نے سرکشی کی اور ہماری نافرمانی کی۔"[19]

نعمتوں کو جھٹلانے کے برعکس اگر کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت پر شکر ادا کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت کو برقرار رکھتا ہے اور اس میں اضافہ کرتا ہے۔[20] نعمت کے زائل ہونے کا ایک اہم سبب گناہ ہے۔ قرآن کریم میں ایسی بہت ساری اقوام کے تذکرے موجود ہیں جن کی نافرمانیوں اور گناہوں کی وجہ سے ان کو عطا کی گئی نعمتیں واپس لے لی گئیں۔ اسی نافرمانی اور گناہ کی وجہ سے ہی ابلیس کو زمین پر پھینکا گیا، یہ نافرمانی ہی تھی جس کی بدولت وہ

ملعون ہو گیا۔[21] نعمت کے چھن جانے کے قرآنی فلسفے کے تناظر میں وبا کی نوعیت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ وبائی مرض ایک ایسی مصیبت ہوتی ہے جو انفرادی و اجتماعی گناہوں کے نتیجے میں بھیجی جاتی ہے۔ اس ضمن میں قرآن مجید کا بیان کردہ ایک واقعہ رہنمائی کا ایک اہم ذریعہ ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ﴾[22] کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو جو نکلے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے؟ پھر فرمایا ان کو اللہ نے کہ مر جاؤ، پھر ان کو زندہ کر دیا، بے شک اللہ فضل کرنے والا ہے لوگوں پر، لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ ☆ ماضی میں ایک قوم نے موت سے بچنے کے لیے راہ فرار اختیار کی، انہیں موت کا اندیشہ تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دی، پھر زندہ فرما دیا، اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس حقیقت کو جان سکیں کہ موت و حیات کے تمام فیصلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، کسی حادثے اور کسی انسانی تدبیر کے ہاتھ میں نہیں۔[23] ☆ یہ امت کون سی تھی، حادثہ کیا تھا؟ اس پر قرآن کریم نے کوئی تبصرہ نہیں کیا، کیوں کہ اصل مقصد وعظ و نصیحت ہے، جو قوم اور واقعہ کی زمانی تعین میں پائے جانے والے ابہام کے باوجود قابل فہم ہے۔ معروف یہ ہے کہ یہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت تھی جو مقام طاعون سے یا میدان جہاد سے موت کے خوف سے بھاگی تھی، اللہ تعالیٰ نے بلا سبب ان پر موت طاری کر دی، حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا کی برکت سے دوبارہ انہیں زندہ فرما دیا۔[24] صاحب المنار نے اس مقام پر مردہ او رزندہ ہونے کے مجازی معنی غلامی اور آزادی مراد لیے ہیں، یعنی وہ قوم دوسروں کی غلامی میں مردہ ہو گئی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے آزادی بخش کر زندہ فرما دیا۔[25] اس آیت کے ذیل میں مفسرین نے ایک واقعہ یہ بھی لکھا ہے کہ ایک بستی میں طاعون کی وبا پھیلی، جس کی وجہ سے کچھ لوگ بستی چھوڑ کر چلے گئے، وبا کا زور ختم ہوا تو واپس آ گئے، پیچھے رہ جانے والے مریضوں نے کہا: کاش! ہم بھی بھاگ جاتے، اگلی بار طاعون آیا تو اکثریت بستی چھوڑ کر بھاگ گئی، ان کی تعداد کم و بیش تیس ہزار تھی، اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے بھیج کر اعلان کرایا "مُوتُوا" تو سب مر گئے، اللہ تعالیٰ کے ایک نبی حضرت حزقیل علیہ السلام وہاں سے گزرے تو انہوں نے ان کی حیات لوٹانے کی دعا فرمائی، تا کہ یہ قوم اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کر سکے، چنانچہ ان کی دعا سے انہیں پھر زندگی بخشی گئی۔[26] اس واقعے کی وجہ سے بعض مفسرین نے یہاں طاعون سے فرار ہونے کی بحث چھیڑی ہے کہ

جہاں طاعون پھیلا ہو وہاں سے نکلنا حرام ہے اور دوسروں کا وہاں جانا بھی جائز نہیں۔ یہاں شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مقامِ طاعون مضر ہے تو وہاں سے نکلنے پر پابندی کیوں؟ اگر مقامِ طاعون مضر نہیں تو وہاں جانے پر پابندی کیوں؟اس کے جواب میں مولانا عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں:"اصل یہ ہے کہ وبازدہ مقام سے بھاگنے اور ہٹنے کے معنی یہ ہیں کہ اگر ایک کو اجازت ملی تو سب ہی بھاگنا شروع کریں گے اور شہر خالی ہو جائے گا، اس بھگدڑ سے آبادی کو جن مالی، معاشی، تمدنی، اخلاقی نقصانات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ وہ بالکل ظاہر ہیں اور بہ کثرت تجربہ ومشاہدہ میں بھی آچکے ہیں، پھر ایک طرف یہ عادت اگر ہمت، ثبات قلب، شجاعت اور باہمی ہم دردی کے منافی ہے تو دوسری طرف اسباب ظاہری پر ضرورت سے زیادہ تکیہ واعتماد کی دلیل اور توکل، اعتماد علی اللہ کے منافی اور ایک مذہبی قوم کے بالکل غیر شایاں ہے، لیکن جہاں وبا ہے اور موت کا بازار دھڑا دھڑ گرم ہے وہاں بے دھڑک داخل ہو جانا او راحتیاط نہ برتنا، ایک طرف اسباب ظاہری کو بالکل نظر انداز کر دینا ہے اور دوسری طرف انسان میں جو درجہ خوف واندیشہ طبعی کا رکھ دیا گیا ہے، اس کے مقتضیٰ کو پامال کرنا ہے ان متضاد پہلوؤں کے درمیان اعتدال اور سلامتی کی راہ ڈھونڈ نکالنا اسلام ہی جیسے حکیمانہ مذہب کا کام تھا، اس نے عقلی اور طبعی دونوں پہلوؤں کی رعایت رکھ کر یہ معتدل اور عادلانہ حکم دیا کہ جہاں طاعون ہو وہاں نہ خواہ مخواہ جاؤ، نہ خواہ مخواہ وہاں سے نکل بھاگو۔"[27]

اس واقعہ کے دوسرے پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہوئے امام سدیؒ فرماتے ہیں:"پہلے زمانہ میں ایک "داوردان "نامی گاؤں تھا، وہاں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے طاعون کا مرض پھیل گیا، اُس گاؤں کے اکثر لوگ وہاں سے بھاگ کر کسی اور جگہ چلے گئے۔ وہاں پر موجود رہنے والے سارے کے سارے اس وبا کی وجہ سے ہلاک ہو گئے اور بھاگ جانے والے بچ گئے۔ جب طاعون کا مرض ختم ہو گیا تو بھاگ جانے والے واپس آئے تو وہ صحیح سلامت تھے، زندہ بچ جانے والوں نے کہا: اگر ہم بھی بھاگ جاتے جس طرح یہ بھاگے تھے تو ہم سب بھی بچ جاتے۔ اگر دوبارہ یہ مرض آیا تو ہم بھی ان کے ساتھ بھاگ جائیں گے۔ کچھ ہی عرصہ بعد دوبارہ طاعون نے سر اٹھایا تو وہ سب وہاں سے بھاگ گئے۔ اس وقت اُن کی تعداد تیس ہزار سے کچھ زیادہ تھی، وہ ایک جگہ پر ٹھہر گئے، اس جگہ کا نام "وادی افیح "تھا۔ وادی کے نیچے سے ایک فرشتے اور وادی کے اوپر سے دوسرے فرشتے نے ان کو آواز دی کہ تم سب مر جاؤ، تو سب مر گئے۔ جب ان کے جسم گل سڑ گئے تو وہاں اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت حزقیل علیہ السلام کا گزر ہوا، وہ ان کو

دیکھ کر ٹھہر گئے اور غور و فکر کرنا شروع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی: اے حزقیل! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو دکھاؤں کہ میں کیسے زندہ کرتا ہوں؟ تو انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ کو فرمایا گیا کہ آپ ان کو پکاریں تو انہوں نے ان کو آواز دی: اے ہڈیو، اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم جمع ہو جاؤ۔ لہذا ان کی ہڈیاں اڑ کر ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہو گئیں حتیٰ کہ ہڈیوں سے ان کے اجسام بن گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ آپ ان کو بلائیں تو انہوں نے فرمایا: اے ہڈیو، اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنے اوپر گوشت چڑھالو تو انہوں نے گوشت اور خون چڑھالیا، وہ کپڑے بھی چڑھا لیے جو مرتے وقت ان کے اوپر تھے۔ پھر ان سے کہا گیا: آپ ان کو بلائیں تو انہوں فرمایا: اے اجسام! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم کھڑے ہو جاؤ تو وہ کھڑے ہو گئے۔"[28]

خدائی قانون کو توڑنا اور گناہ کا ارتکاب کرنا مصیبت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ فرمان ربانی ہے: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيٓ اٰتَيْنَاهُ اٰيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِيْنَ﴾۔[29] اور انہیں اس شخص کا حال سنادیں جسے ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں پھر وہ ان سے نکل گیا پھر اس کے پیچھے شیطان لگا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔ اس آیت کریمہ کے تحت علامہ صاوی ؒ لکھتے ہیں کہ بلعم بن باعوراء اپنے دور کا بہت بڑا عالم، عابد و زاہد اور اسمِ اعظم جاننے والا تھا۔ اس کی روحانیت کا یہ عالم تھا کہ زمین سے عرش اعظم کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ بہت ہی مستجاب الدعوا تتھا (یعنی اس کی دعائیں بہت زیادہ مقبول ہوا کرتی تھیں)۔ اس کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی، اس کی درسگاہ میں طالب علموں کی دواتیں بارہ ہزار تھیں۔ جب حضرت موسیٰ "قوم جبارین" سے جہاد کرنے کے لئے بنی اسرائیل کے لشکروں کو لے کر روانہ ہوئے تو بلعم بن باعوراء کی قوم اس کے پاس گھبرائی ہوئی آئی اور کہا: موسیٰؑ بہت ہی بڑا اور نہایت ہی طاقتور لشکر لے کر حملہ آور ہونے والا ہے۔ وہ ہماری زمینیں اپنی قوم بنی اسرائیل کو دینا چاہتا ہے۔ تم ان کے لئے ایسی بد دعا کرو کہ وہ شکست کھا کر واپس چلا جائے، تم چونکہ مستجاب الدعوات ہو (تمہاری ہر دعا مقبول ہے) اس لئے یہ دعا بھی ضرور قبول ہو گی۔ یہ سن کر بلعم بن باعوراء کانپ اٹھا اور کہنے لگا: تمہارا برا ہو، خدا کی پناہ! حضرت موسیٰؑ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے لشکر میں مومنوں اور فرشتوں کی جماعت ہے۔ میں ان پر کیسے بد دعا کر سکتا ہوں؟ لیکن اس کی قوم رو رو کر اسی طرح اصرار کرتی رہی۔ چنانچہ، اس

نے کہا کہ استخارہ کر لینے کے بعد اگر مجھے اجازت مل گئی تو بد دعا کر دوں گا۔ جب استخارہ کیا تو اسے بد دعا کی اجازت نہ ملی۔ چنانچہ، اس نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا: اگر میں بد دعا کروں گا تو میری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی۔ یہ سن کر اس کی قوم نے بہت سے گراں قدر (مہنگے) ہدایا اور تحائف اسے دیئے یہاں تک کہ بلعم بن باعوراء پر حرص اور لالچ کا بھوت سوار ہو گیا، وہ مال کے جال میں پھنس کر اپنی گدھی پر سوار ہوا اور بد دعا کے لئے چل پڑا۔ راستہ میں بار بار اس کی گدھی ٹھہر جاتی اور منہ موڑ کر واپس بھاگتی مگر یہ اس کو مار مار کر آگے بڑھاتا رہا۔ یہاں تک کہ گدھی کو اللہ تعالیٰ نے بولنے کی طاقت عطا فرمائی۔ وہ بولی: "تجھ پر افسوس! اے بلعم بن باعوراء! تو کہاں اور کدھر جا رہا ہے؟ دیکھ! میرے آگے فرشتے ہیں جو میرا راستہ روکتے اور میرا منہ موڑ کر مجھے پیچھے دھکیل رہے ہیں۔ اے بلعم! تیرا برا ہو، کیا تو اللہ تعالیٰ کے نبی اور مؤمنین کی جماعت پر بد دعا کرے گا؟ گدھی کی یہ گفتگو سن کر بھی بلعم بن باعوراء واپس نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ "حسبان" نامی پہاڑ پر چڑھ کر حضرتِ موسیٰؑ کے لشکروں کو بغور دیکھا اور مال و دولت کے لالچ میں اس نے بد دعا شروع کر دی۔ خدا تعالیٰ کی شان کہ وہ حضرت موسیٰؑ کے لئے بد دعا کرتا تھا مگر اس کی زبان پر اس کی قوم کے لئے بد دعا جاری ہو جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر کئی مرتبہ اس کی قوم نے ٹوکا کہ اے بلعم! تجھے کیا ہوا کہ الٹی بد دعا کر رہا ہے؟ اس نے کہا: اے میری قوم! میں کیا کروں؟ میں بولتا کچھ ہوں اور میری زبان سے کچھ اور ہی نکلتا ہے۔ پھر اچانک اس پر یہ عذاب الٰہی نازل ہوا کہ اس کی زبان لٹک کر سینے پر آ گئی۔ اس وقت بلعم بن باعورا نے اپنی قوم سے کہا: افسوس میری دنیا و آخرت برباد و غارت ہو گئیں۔ میرا ایمان جاتا رہا اور میں اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب میں گرفتار ہو گیا۔ اب میری کوئی دعا قبول نہیں ہو سکتی مگر میں تم لوگوں کو ایک چال بتاتا ہوں۔ تم لوگ ایسا کرو گے تو شاید حضرت موسیٰؑ کے لشکروں کو شکست ہو جائے گی۔ تم لوگ ہزاروں خوبصورت لڑکیوں کو بہترین لباس و زیورات پہنا کر بنی اسرائیل کے لشکروں میں بھیج دو۔ اگر ان کا ایک آدمی بھی بدکاری میں مبتلا ہو گیا تو پورے لشکر کو شکست ہو جائے گی۔ چنانچہ، بلعم بن باعوراء کی قوم نے اس کے بتائے ہوئے مکر کا جال بچھایا، بہت سی خوبصورت دوشیزاؤں کو بناؤ سنگھار کے ساتھ بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دیا۔ بنی اسرائیل کا ایک رئیس ایک لڑکی کے فتنے میں مبتلا ہو گیا۔ اس نے لڑکی کو اپنے ساتھ لیا اور حضرت موسیٰؑ کے پاس آ کر پوچھا: اے اللہ کے نبی! کیا یہ لڑکی میرے لئے حلال ہے؟ آپ نے فرمایا: خبر دار! یہ تیرے لئے حرام ہے۔

فوراًاس کو اپنے سے الگ کر دے اور اللہ کے عذاب سے ڈر۔ مگر اس رئیس پر شہوت کا غلبہ تھا۔ اس نے اپنے نبی کی بات نہ مانی اور اس لڑکی سے بدکاری میں مبتلا ہو گیا۔ اس گناہ کی نحوست کا یہ اثر ہوا کہ بنی اسرائیل کے لشکر میں اچانک طاعون کی وبا پھیل گئی اور گھنٹے بھر میں ستر ہزار آدمی مر گئے۔ سارا لشکر منتشر ہو کر ناکام واپس چلا آیا۔ بلعم بن باعوراء بارگاہ الٰہی سے دھتکار دیا گیا۔ آخری دم تک اس کی زبان اس کے سینے پر لٹکتی رہی اور وہ بے ایمان ہو کر مرا۔[30]☆اسی حوالے سے علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:"جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں اس ارادے سے تشریف لائے کہ قوم جبارین سے جنگ لڑی جائے تو قوم جبارین نے بلعام بن باعوراء کو کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کے خلاف دعا کریں۔ وہ دعا کرنے کے لیے کھڑا ہوا تو اس کی زبان پھسلنے کی وجہ سے اپنی قوم کے خلاف ہی دعا نکل گئی۔ اس کو بتایا گیا تو اس نے کہا: جو تم سن رہے ہو اس سے زیادہ پر میں طاقت نہیں رکھتا۔ اس کی زبان نکل کر اس کے سینے پر آ گئی۔ اس نے کہا: میری دنیا اور آخرت چھین لی گئی ہے، اب میرے پاس مکر، دھوکے اور حیلے کے سوا کچھ نہیں بچا۔ میں تمہارے لیے مکر کرتا ہوں کہ تم جوان لڑکیوں کو ان کے لشکر کی طرف بھیجو، اللہ تعالیٰ زنا کو ناپسند کرتا ہے، اگر ان میں سے کسی نے بھی زنا کر لیا تو وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ انہوں نے جوان لڑکیاں اس لشکر کی طرف بھیج دیں۔ بنی اسرائیل زنا میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون کی وبا بھیج دی۔ اس وجہ سے ان کے ستر ہزار لوگ مر گئے۔"[31]☆بنی اسرائیل کے گناہوں کے سبب ان پر مصیبتیں اور وبائیں آتی رہیں۔ قرآن مجید نے ایک واقعہ کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:﴿وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ﴾[32]اور جب ہم نے فرمایا اس بستی میں جاؤ پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں، ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور قریب ہے کہ نیکی والوں کو اور زیادہ دیں۔ ☆علامہ صاوی لکھتے ہیں کہ جب "میدان تیہ" میں بنی اسرائیل نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم زمین سے اگنے والے غلے اور ترکاریاں کھائیں گے تو ان لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمجھایا کہ تم لوگ "من و سلویٰ" کے نفیس کھانے کو چھوڑ کر گیہوں، دال اور ترکاریوں جیسی خسیس اور گھٹیا غذائیں کیوں طلب کر رہے ہو؟ مگر جب بنی اسرائیل اپنی ضد پر اڑے رہے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم لوگ میدان تیہ سے نکل کر شہر بیت المقدس میں

داخل ہو جاؤ اور وہاں بے روک ٹوک اپنی پسند کی اور من بھاتی غذائیں کھاؤ مگر یہ ضروری ہے کہ تم لوگ بیت المقدس کے دروازے میں کمال ادب و احترام کے ساتھ جھک کر داخل ہونا اور داخل ہوتے وقت یہ دعا مانگتے رہنا کہ یااللہ !تو ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے تو ہم تمہارے گناہوں کو بخش دیں گے۔ مگر بنی اسرائیل جو ہمیشہ سے سرکش، شرارتوں کے عادی اور خدا کی نافرمانیوں کے خوگر تھے، بیت المقدس کے قریب پہنچ کر ایک دم ان لوگوں کی رگ شرارت بھڑک اٹھی اور یہ نافرمان لوگ بجائے جھک کے داخل ہونے کے اپنی سرینوں پر گھسٹتے ہوئے دروازے میں داخل ہوئے اور حِطَّۃٌ(معافی کی دعا) کے بدلے حبۃ فی شعرۃ(ایک دانہ ہے ایک بال میں) کہتے ہوئے اور مذاق و تمسخر کرتے ہوئے بیت المقدس کے دروازے میں گھستے چلے گئے۔ فرمان ربانی کی اس نافرمانی اور حکم الٰہی کے ساتھ تمسخر کی وجہ سے ان لوگوں پر قہر خداوندی بصورت عذاب نازل ہو گیا کہ اچانک ان لوگوں میں طاعون کی بیماری وبائی شکل میں پھیل گئی اور گھنٹہ بھر میں ستر ہزار بنی اسرائیل درد و کرب سے مچھلی کی طرح تڑپ تڑپ کر مر گئے۔[33]

دور حاضر میں کوروناوائرس بھی ایک وبائی مرض کی شکل اختیار کر چکا ہے اوراس نے دنیا کو بڑے پیمانے پر متأثر کیا ہے۔ چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ کوروناوائرس جن علاقوں میں پھیلا ہے تو اس کی وجہ اس علاقے کے لوگوں کے گناہ ہیں۔ وبا کے ذریعے اللہ تعالیٰ انہیں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے :"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا :مہاجرین کی جماعت! پانچ باتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے، اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تم اس میں مبتلا ہو، وہ پانچ باتیں یہ ہیں، پہلی یہ کہ جب کسی قوم میں اعلانیہ فحش، فسق و فجور اور زناکاری ہونے لگ جائے، تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں جو ان سے پہلے کے لوگوں میں نہ تھیں، دوسری یہ کہ جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو وہ قحط، معاشی تنگی اور اپنے حکمرانوں کی زیادتی کا شکار ہو جاتے ہیں، تیسری یہ کہ جب لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کو روک دیتا ہے، اور اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا، چوتھی یہ کہ جب لوگ اللہ اور اس کے رسول کے عہد و پیمان کو توڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے علاوہ لوگوں میں سے کسی دشمن کو مسلط کر دیتا ہے، وہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا

ہے چھین لیتا ہے، پانچویں یہ کہ جب ان کے حکمران اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، اور اللہ نے جو نازل کیا ہے اس کو اختیار نہیں کرتے، تو اللہ تعالیٰ ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈال دیتا ہے۔"[34]☆ ایک اور فرمان رسول ﷺ ملاحظہ ہو: "میری امت میں سے کچھ لوگ شراب پئیں گے، اور اس کا نام کچھ اور رکھیں گے، ان کے سروں پر باجے بجائے جائیں گے، اور گانے والی عورتیں گائیں گی، تو اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے گا، اور ان میں سے بعض کو بندر اور سور بنا دے گا۔[35] اسی مضمون کو رسول اللہ ﷺ نے ایک اور موقع پر ان الفاظ میں واضح فرمایا: نیکی ہی عمر کو بڑھاتی ہے، اور تقدیر کو دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں ٹال سکتی، اور کبھی آدمی اپنے گناہ کی وجہ سے ملنے والے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔[36] قرآن مجید، حدیث نبوی ﷺ، تفسیر، فقہ اور دیگر مصادر سے حاصل ہونے والی رہنمائی کا حاصل یہ ہے کہ مصائب و مشکلات اور وباؤں کے آنے کا ایک اہم سبب انسانوں کے اپنے گناہ اور بداعمالیاں ہیں۔ اس پس منظر میں وبا ایک عذاب قرار پاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا نتیجہ ہوتی ہے۔

ب۔ وبائیں انسانی علم اور عمل کی آزمائش ہیں

مشکلات اور وبائیں انسانوں کے علم و عمل کی آزمائش کرتی ہیں۔ اگر انسان کے ایمان میں پائیداری و مضبوطی ہوتی ہے تو اس کی آزمائش بھی زیادہ سخت ہوتی ہے اور اگر ایمان کمزور ہوتا ہے تو اس کی آزمائش بھی ہلکی ہوتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ﴾[37] اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے، اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ اس کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور ان کا امتحان لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ولنبلونكم حتى نعلم المجاهدين منكم والصابرين ونبلو أخباركم، کبھی خوشی، خوف اور بھوک کی مصیبت کے ساتھ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فأذاقها الله لباس الجوع والخوف، بھوکا رہنے والے اور خوف کھانے والے میں سے ہر ایک پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے اسی وجہ سے "لباس الجوع والخوف" کہا اور یہاں "بشئ من الخوف والجوع" فرمایا یعنی تھوڑے سے خوف اور بھوک کے ساتھ اور اموال میں کمی کر کے یعنی اموال لے کر اور جانوں میں کمی کر کے یعنی کچھ لوگوں کی اموات کے ساتھ اور پھلوں

میں کمی کر کے یعنی باغ وغیرہ اپنی عادت کے مطابق نہیں ہوں گے جیسا کہ سلف نے فرمایا: کچھ کھجوریں جو پھل نہیں دیتی۔ یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ آزماتا ہے، جو اس پر صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوٹا دیتا ہے اور جو ناراض ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی ناراضگی کو حلال کر دیتا ہے۔ "[38]☆انسانوں پر آنے والی آزمائشوں کی حقیقت واضح کرتے ہوئے شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ضرور مصیبتوں کے ذریعے آزمائیں گے، تاکہ سچے کی جھوٹے اور جزع کرنے والے کی صبر کرنے والے سے تمیز ہو جائے۔ اس کا بندوں میں یہی طریقہ ہے، کیونکہ اگر اہل ایمان کے لیے ہمیشہ خوشی رہے اور آزمائش نہ ہو تو خلط ملط ہو جائے گا جو کہ فساد ہے۔ حکمت الٰہی یہ ہے کہ اہل خیر اور اہل شر کے درمیان حد فاصل ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ضرور آزمائے گا۔ یہ آزمائش دشمنوں کی جانب سے کچھ خوف، کچھ بھوک اور کچھ مالوں کے نقصان کے ساتھ ہو گی۔ اس میں آسمانی آفتوں، غرق ہونے، ضائع ہونے، ظالم بادشاہوں کے مال چھیننے اور ڈاکوؤں کے مال لوٹنے وغیرہ کی سب صورتیں شامل ہیں۔ اسی طرح یہ آزمائش اولاد، رشتے داروں اور دوستوں میں سے پیاروں کی وفات کے ساتھ اور بندے کے اپنے بدن اور عزیزوں کے جسم میں بیماری کی صورت میں ہو گی۔ مزید برآں یہ امتحان اناج، کھجوروں، دیگر پھلوں اور سبزیوں پر سردی یا ژالہ باری، آگ یا دیگر آسمانی آفات جیسے مکڑی وغیرہ آنے کی شکل میں ہو گا۔ ان باتوں کا ہونا یقینی ہے کیونکہ علیم و خبیر نے ان کی خبر دی ہے۔ "[39]☆ہر حالت میں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس پر بھروسہ کرنے کی پختگی کی جانچ بہت ضروری ہے۔ فرمان خداوندی ملاحظہ ہو: ﴿الم۔ أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ﴾[40] کیا لوگ خیال کرتے ہیں یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔ اور جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ہم نے انہیں بھی آزمایا تھا، سو اللہ ضرور معلوم کرے گا جو سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں۔

شیخ سعدیؒ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے کمال سے متعلق آگاہ فرما رہا ہے اور اس کی حکمت کا تقاضا یہ نہیں کہ اپنے تئیں مومن کہنے والے اور اپنے ایمان کا دعویٰ کرنے والے ایک ہی حالت میں رہتے ہوئے فتنوں اور آزمائشوں سے محفوظ رہیں اور انہیں آزمائش اور ابتلاء کا سامنا نہ کرنا پڑے، جس سے ان کے ایمان اور اس کی

شاخوں پر تشویش طاری ہو کیونکہ اگر صورت حال ایسے ہی ہو تو سچا جھوٹے سے اور حق والا باطل والے سے نکھر نہیں پائے گا۔۔ اس کے بجائے اس کا پہلے لوگوں اور اس امت میں دستور یہ ہے کہ وہ انہیں مسرت اور تکلیف، تنگی اور آسانی، شادمانی اور مجبوری، تونگری اور فقیری، بسا اوقات دشمنوں کے ان پر غلبہ اور دشمنوں کے خلاف ان کے قولی اور عملی جہاد اور اسی قسم کی دیگر آزمائش کے ساتھ پرکھتا ہے۔[41] ☆ آزمائش کے لیے آنے والی مصیبتوں اور تکلیفوں پر اگر کوئی صبر کرتا ہے تو یہی مصیبت اس کے لیے رحمت بن جائے گی۔احادیث نبویہ ﷺ کا مطالعہ کیا جائے تو بہت ساری ایسی احادیث بھی موجود ہیں جن میں مصیبتوں کو آزمائش قرار دیا ہے۔اس پس منظر میں وبائیں انسانوں کے علم و عمل اور تدبر و شعور کا امتحان ہیں۔اس ضمن میں فرمان رسول ملاحظہ ہو:"ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کو بخار آ رہا تھا، میں نے اپنا ہاتھ آپ پر رکھا تو آپ کے بخار کی گرمی مجھے اپنے ہاتھوں میں لحاف کے اوپر سے محسوس ہوئی، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کو بہت ہی سخت بخار ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” :ہمارا یہی حال ہے ہم لوگوں پر مصیبت بھی دگنی (سخت) آتی ہے، اور ثواب بھی دگنا ملتا ہے“، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کن لوگوں پر زیادہ سخت مصیبت آتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” :انبیاء پر“، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! پھر کن پر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” : پھر نیک لوگوں پر، بعض نیک لوگ ایسی تنگ دستی میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں کہ ان کے پاس ایک چوغہ کے سوا جسے وہ اپنے اوپر لپیٹتے رہتے ہیں کچھ نہیں ہوتا، اور بعض آزمائش سے اس قدر خوش ہوتے ہیں جتنا تم میں سے کوئی مال و دولت ملنے پر خوش ہوتا ہے۔"[42] ☆ اسی مفہوم پر مشتمل ایک دوسری روایت ملاحظہ ہو:"سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! سب سے زیادہ مصیبت کس پر آتی ہے؟ آپ نے فرمایا” :انبیاء و رسل پر، پھر جو ان کے بعد مرتبہ میں ہیں، پھر جو ان کے بعد ہیں، بندے کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر بندہ اپنے دین میں سخت ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں نرم ہوتا ہے تو اس کے دین کے مطابق مصیبت بھی ہوتی ہے، پھر مصیبت بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے، یہاں تک کہ بندہ روئے زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔"[43] ☆ رسول اللہ ﷺ نے اس خدائی طریقۂ کار کی وضاحت فرمائی ہے کہ خدا سے تعلق

رکھنے والے کو آزمایا ضرور جائے گا۔ آپ نے اس اصول کو حضرت خضر سے وابستہ ایک واقعہ کی نسبت سے واضح کیا: "ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات ایک خوشبو محسوس کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : جبرائیل! یہ کیسی خوشبو ہے "؟، انہوں نے کہا: یہ اس عورت کی قبر کی خوشبو ہے جو فرعون کی بیٹی کو کنگھی کرتی تھی، اور اس کے دونوں بیٹوں اور شوہر کے قبر کی خوشبو ہے، جنہیں ایمان لانے کی وجہ سے فرعون نے قتل کر دیا تھااور ان کے قصے کی ابتداء اس طرح ہے کہ خضر بنی اسرائیل کے شریف لوگوں میں تھے، ان کا گزر ایک راہبد رویش کے عبادت خانے سے ہوتا تو وہ عابد راہب اوپر سے ان کو جھانکتا، اور ان کو اسلام کی تعلیم دیتا، آخر کار جب خضر جوان ہوئے تو ان کے والد نے ایک عورت سے ان کا نکاح کر دیا، خضر نے اس عورت کو اسلام کی تعلیم دی، اور اس سے عہد لے لیا کہ اس بات سے کسی کو باخبر مت کرنا، خضر عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے، آخر انہوں نے اس عورت کو طلاق دے دی، اس کے بعد ان کے والد نے ان کا نکاح دوسری عورت سے کر دیا، خضر نے اس سے بھی نہ بتانے کا عہد لے کر اسے دین کی تعلیم دی، لیکن ان میں سے ایک عورت نے اس راز کو چھپا لیا، اور دوسری نے ظاہر کر دیا کہ یہ دین کی تعلیم اسے خضر نے سکھائی ہے، فرعون نے ان کی گرفتاری کا حکم دیا۔ یہ سنتے ہیوہ فرار ہو کر سمندر کے ایک جزیرہ میں چھپ گئے، وہاں دو آدمی لکڑیاں چننے کے لیے آئے، اور ان دونوں نے خضر کو دیکھا، ان میں سے بھی ایک نے تو ان کا حال پوشیدہ رکھا، اور دوسرے نے ظاہر کر دیا اور کہا: میں نے خضر کو فلاں جزیرے میں دیکھا ہے، لوگوں نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارے ساتھ اور کسی شخص نے دیکھا ہے؟ اس نے کہا: فلاں شخص نے بھی دیکھا ہے، جب اس شخص سے سوال کیا گیا تو اس نے چھپایا، اور ان کا طریقہ یہ تھا کہ جو جھوٹ بولے، اسے قتل کر دیا جائے، الغرض اس شخص نے اس عورت سے نکاح کر لیا، جس نے اپنا دین چھپایا تھا، اور خضر کا نام نہیں بتایا تھا، اسی دوران کہ یہ عورت فرعون کی بیٹی کے سر میں کنگھی کر رہی تھی، اتنے میں اس کے ہاتھ سے کنگھی گر پڑی اور اس کی زبان سے بے اختیار نکل گیا کہ فرعون تباہ و برباد ہو۔ اپنی بے دینی کی وجہ سے بیٹی نے یہ کلمہ اس کی زبان سے سن کر اسے اپنے باپ کو بتا دیا، اور اس عورت کے دو بیٹے تھے، اور شوہر تھا، فرعون نے ان سب کو بلا لیا، عورت اور اس کے شوہر کو دین اسلام چھوڑ کر اپنے دین میں آنے کے لیے پھسلایا، ان دونوں نے انکار کیا، تو اس نے کہا: میں تم دونوں کو قتل کر دوں گا، ان دونوں نے جواب دیا: اگر تم

ہمیں قتل کرنا چاہتے ہو تو ہم پر اتنا احسان کرنا کہ ہمیں ایک ہی قبر میں دفن کر دینا، چنانچہ فرعون نے ایسا ہی کیا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراء کی رات میں خوشبو محسوس کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے پوچھا تو انہوں نے آپ کو بتلایا کہ یہ انہیں لوگوں کی قبر ہے جس سے یہ خوشبو آرہی ہے۔"[44]

حضور ﷺ اپنے اصحاب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آزمائشوں سے آگاہ رہنے کی تعلیم دیتے تھے۔روایت ملاحظہ ہو:**عن حذيفة ,قال: قال رسول الله ﷺ:" احصوا لي كل من تلفظ بالإسلام" , قلنا: يا رسول الله , اتخاف علينا , ونحن ما بين الست مائة إلى السبع مائة؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" إنكم لا تدرون لعلكم ان تبتلوا" , قال: فابتلينا حتى جعل الرجل منا ما يصلي إلا سرا۔** [45]حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا” :تمام مسلمانوں کی تعداد شمار کر کے مجھے بتاؤ“، ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا آپ ہم پر (اب بھی دشمن کی طرف سے)خطرہ محسوس کرتے ہیں، جب کہ اب ہماری تعداد چھ اور سات سو کے درمیان ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” :تم لوگ نہیں جانتے شاید کہ تم آزمائے جاؤ“۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تو واقعی ہم آزمائے گئے، یہاں تک کہ ہم میں سے اگر کوئی نماز بھی پڑھتا تو چھپ کر پڑھتا۔ ☆ آزمائش پر پورا اترنے کے فوائد بھی رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائے۔روایت ملاحظہ ہو:**عن ابن عمر ,قال: قال رسول الله ﷺ:" المؤمن الذي يخالط الناس ويصبر على اذاهم , اعظم اجرا من المؤمن الذي لا يخالط الناس ولا يصبر على اذاهم۔** [46]عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا” :وہ مومن جو لوگوں سے مل جل کر رہتا ہے، اور ان کی ایذاء پر صبر کرتا ہے، تو اس کا ثواب اس مومن سے زیادہ ہے جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے، اور ان کی ایذاء رسانی پر صبر نہیں کرتا ہے۔ ☆ آزمائش پر پورا اترنے سے اللہ کے ہاں اجر و ثواب ملتا ہے نیز اللہ جس سے محبت کرتا ہے اسے زیادہ آزماتا ہے۔روایت ہے:**عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ,عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ , أَنَّهُ قَالَ:" عِظَمُ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ , وَإِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ , فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا , وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ۔** [47]انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا” :جتنی بڑی مصیبت ہوتی ہے اتنا ہی بڑا ثواب ہوتا ہے، اور بیشک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اسے آزماتا ہے، پھر جو کوئی اس سے راضی و خوش رہے تو وہ اس سے راضی رہتا ہے، اور جو کوئی اس سے خفا ہو تو وہ

بھی اس سے خفا ہو جاتا ہے۔ ☆ مومنوں کی جان، مال اور اولاد کے حوالے سے آنے والی آزمائشوں کا تذکرہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس انداز میں فرمایا: "مومن مرد اور مومن عورت کی جان، اولاد، اور مال میں آزمائشیں آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ مرنے کے بعد اللہ سے ملاقات کرتے ہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔"[48] قرآن و حدیث سے ماخوذ ان ہدایات سے واضح ہوتا ہے کہ کچھ مصیبتیں اور وبائیں ایسی ہوتی ہے جو بندے کے لیے آزمائش اور امتحان ہوتی ہیں۔ رہا یہ سوال کہ ہم کس طرح فرق کرسکتے ہیں کہ کونسی بیماری اور کونسی مصیبت آزمائش ہے اور کونسی سزا اور بلائیں ہیں، تو اہل علم نے اس کے بارے میں ایک ضابطہ بیان کیا ہے کہ آزمائش کی گھڑی اور بیماری وغیرہ میں بندہ اگر صبر کرتا، حوصلہ مندرہتا، اللہ کی تقدیر پر راضی رہتا، اس پر جزع وفزع نہیں کرتا، واویلا نہیں مچاتا، اللہ سے بدگمانی کا اظہار نہیں کرتا اور نہ ہی نامناسب کلمات اپنی زبان پر لاتا ہے تو یہ اعمال اس کے درجات کی بلندی، خطاؤں کی معافی اور گناہوں کے کفارے کا باعث ہوں گے۔ اگر بندہ مصیبت آنے پر جزع وفزع کرنے لگتا، چیخ وپکار شروع کر دیتا، بد دل ومایوس ہو جاتا، اس پر اپنی ناراضگی کا اظہار کرتا، زبان سے نامناسب کلمات نکالنے لگتا اور واویلا مچاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اعتراض کرنے لگتا ہے اور شر کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا، تو یہ محرومی وخسارے کی علامت اور سزا کی نشانی ہے۔ اس تصور کا وسیع تر مفہوم یہ ہے کہ وباؤں کے ذریعے انسانوں کے علم، صلاحیت، حوصلے، توکل، فہم وفراست اور تدبر کی جانچ اور آزمائش کی جاتی ہے۔ عقل و شعور اور حکمت وسلیقہ مندی کے اس امتحان میں جو لوگ کامیابی حاصل کرتے ہیں ان کو دنیا و آخرت میں بلندیٔ درجات سے نوازا جاتا ہے۔ یہ تصور حکمت ودانش، علاج واحتیاط اور سائنس و ٹیکنالوجی کے فروغ کا باعث ہے۔ اس پس منظر میں وبائیں علم ومعرفت اور سلیقہ وہنر سے وابستہ وہ شاہراہات ہیں جن کی مدد سے انسانیت حقیقت و اصلیت کی منازل کا کھوج لگا سکتی ہے۔

ج۔ وبائیں آخرت میں درجات کی بلندی کا سبب ہیں

وباؤں کے ذریعے دیانتدار اور صابر انسانوں کو تکلیف میں مبتلا کر کے دنیا اور آخرت میں ان کے درجات کی بلندی کا سامان کیا جاتا ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے علم وہنر اور اقبال وبلندی عطا کر دی جاتی ہے یا پھر آخرت میں ثواب سے نوازا جاتا ہے یا پھر دونوں طرح کی نعمتیں عطا کی جاتی ہیں۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ انبیائے کرام اور نیک لوگوں کو بھی

آخر دم تک مصیبتوں کا سامنا رہا، اللہ تعالی نے ان کے لیے ان مصیبتوں کو جنت میں بلند درجات حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا۔ قرآن کریم کی کئی آیات میں اس طرف اشارات دیے گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَمَآ أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ۔**[49] اور تم پر جو مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں سے آتی ہے اور وہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔☆ دنیا میں رہتے ہوئے انسان پر مصیبتیں، پریشانیاں اور مشکلات کے نزول کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس انسان سے دنیا میں رہتے ہوئے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تھا، اللہ تعالیٰ اُس کو مصیبت میں مبتلا کر کے اُس کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے یا انسان کو مصیبت میں مبتلا کرنے کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ اُس انسان کو اس کے ذریعے کوئی بلند مقام عطا کیا جائے۔[50]☆ روایت ملاحظہ ہو: **قَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ السَّلَمِيُّ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ:" إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللَّهِ مَنْزِلَةٌ، لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ، ابْتَلَاهُ اللَّهُ فِي جَسَدِهِ، أَوْ فِي مَالِهِ، أَوْ فِي وَلَدِهِ"، قَالَ أَبُو دَاوُد: زَادَ ابْنُ نُفَيْلٍ، ثُمَّ صَبَّرَهُ عَلَى ذَلِكَ، ثُمَّ اتَّفَقَا حَتَّى يُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى۔**[51] خالد سلمی اپنے والد سے جنہیں شرف صحبت حاصل ہے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان کرتے ہوئے سنا" :جب بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا رتبہ مل جاتا ہے جس تک وہ اپنے عمل کے ذریعہ نہیں پہنچ پاتا تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم یا اس کے مال یا اس کی اولاد کے ذریعہ اسے آزماتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ بندہ اس مقام کو جا پہنچتا ہے جو اسے اللہ کی طرف سے ملا تھا۔

بیماری اور وبا سے انسانوں کے گناہ ختم ہوتے ہیں اور انہیں روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حقیقت کی وضاحت کے لیے ایک چڑیا کی مثال بیان فرمائی:" خضر کے تیر انداز بھائی عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے ملک میں تھا کہ یکایک ہمارے لیے پرچم لہرائے گئے تو میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم ہے، تو میں آپ کے پاس آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے ایک کمبل پر جو آپ کے لیے بچھایا گیا تھا تشریف فرما تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد آپ کے اصحاب اکٹھا تھے، میں بھی جا کر انہیں میں بیٹھ گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کا ذکر فرمایا" :جب مومن بیمار پڑتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس کی بیماری سے عافیت بخشتا ہے تو وہ بیماری اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے

اور آئندہ کے لیے نصیحت، اور جب منافق بیمار پڑتا ہے پھر اسے عافیت دے دی جاتی ہے تو وہ اس اونٹ کے مانند ہے جسے اس کے مالک نے باندھ رکھا ہو پھر اسے چھوڑ دیا ہو، اسے یہ نہیں معلوم کہ اسے کس لیے باندھا گیا اور کیوں چھوڑ دیا گیا"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد موجود لوگوں میں سے ایک شخص نے آپ سے عرض کیا: اللہ کے رسول! بیماریاں کیا ہیں؟ اللہ کی قسم میں کبھی بیمار نہیں ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :تو اٹھ جا، تو ہم میں سے نہیں ہے"۔ عامر کہتے ہیں: ہم لوگ بیٹھے ہی تھے کہ ایک کمبل پوش شخص آیا جس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر کمبل لپیٹے ہوئے تھا، اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! جب میں نے آپ کو دیکھا تو آپ کی طرف آنکلا، راستے میں درختوں کا ایک جھنڈ دیکھا اور وہاں چڑیا کے بچوں کی آواز سنی تو انہیں پکڑ کر اپنے کمبل میں رکھ لیا، اتنے میں ان بچوں کی ماں آگئی، اور وہ میرے سر پر منڈلانے لگی، میں نے اس کے لیے ان بچوں سے کمبل ہٹا دیا تو وہ بھی ان بچوں پر آگری، میں نے ان سب کو اپنے کمبل میں لپیٹ لیا، اور وہ سب میرے ساتھ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :ان کو یہاں رکھو"، میں نے انہیں رکھ دیا، لیکن ماں نے اپنے بچوں کا ساتھ نہیں چھوڑا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا" :کیا تم اس چڑیا کے اپنے بچوں کے ساتھ محبت کرنے پر تعجب کرتے ہو؟"، صحابہ نے عرض کیا: ہاں، اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے سچا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس سے کہیں زیادہ محبت رکھتا ہے جتنی یہ چڑیا اپنے بچوں سے رکھتی ہے، تم انہیں ان کی ماں کے ساتھ لے جاؤ اور وہیں چھوڑ آؤ جہاں سے انہیں لائے ہو"، تو وہ شخص انہیں واپس چھوڑ آیا۔ "[52] ☆رسول اللہ ﷺ نے مصیبت کو گناہوں کا کفارہ قرار دیا: "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان جب بھی کسی پریشانی، بیماری، رنج و ملال، تکلیف اور غم میں مبتلا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔ "[53] ایک دوسری روایت میں ہے: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر و بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے بیماری کی تکالیف اور دیگر مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ "[54] ☆وبائی امراض کی حیثیت و نوعیت کی تعیین کی غرض سے اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو اس سے رہنمائی اور حکمت کے بہت سے پہلو برآمد ہوتے ہیں۔ اقوام سابقہ کے قصص سے واضح ہوتا ہے کہ وبائیں انفرادی و اجتماعی گناہوں کی سزا بھی ہیں

اور زندگی کے سفر میں آگے بڑھنے کا راستہ بھی۔ ان تکلیف دہ لمحات کو برداشت کر کے اور صبر کا مظاہرہ کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان اپنے درجات کی بلندی کی سبیل کر سکتے ہیں اور علم و تحقیق کی راہ پر چل کر ان سے نجات بھی پا سکتے ہیں۔ اسلامی فکر و فلسفہ کا غالب رجحان اس تصور کی جانب ہے کہ وبا انسان کے علم و فہم اور شعور و تدبر کا امتحان ہے۔ اس کثیر الجہات امتحان میں کامیابی سے علاج، پرہیز، ترقی اور بلندیٔ درجات کی نئی راہیں کھلتی ہیں۔ اس پس منظر میں وبا انسانی فہم و فراست کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ اجتہاد و تحرک سے متعلق اسلامی تصورات اس امر کی ترغیب دیتے ہیں کہ وبا کا مقابلہ عقل و دانش، حکمت و تدبر اور طب و مہارت سے کیا جائے۔ اسلامی نظریۂ حیات اس پیغام کا داعی ہے کہ انسانوں کو دنیاوی و اخروی کامیابی کے لیے ہمیشہ پر عزم رہنا چاہیے۔ اس اعتبار سے مسلمانوں کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ وباؤں کے خاتمے میں ہر ممکن جدوجہد کریں۔

3۔ وباؤں کے ساتھ تعامل اور علاج سے متعلق اسلامی تعلیمات

وبا کے دوران انسانی جان کو سخت خطرات لاحق ہوتے ہیں، اس صورتِ حال میں اسلام احتیاط کرنے اور علاج کی راہ اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام انسانی جان کی حفاظت کو کتنی اہمیت دیتا ہے اس کا اندازہ ان قرآنی احکام کے مطالعہ سے بخوبی کیا جاسکتا ہے جن میں مفید اور حلال رزق کے حصول کی تعلیم دی گئی ہے، ان چیزوں کو استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے جن سے انسانی جان اور صحت کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو، ارشاد ربانی ہے: "اے ایمان والو! حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں کہ اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں اور حد سے نہ بڑھو، بے شک حد سے بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔ اور کھاؤ جو کچھ تمہیں اللہ نے روزی دی حلال پاکیزہ اور ڈرو اللہ سے جس پر تمہیں ایمان ہے۔"[55] مضرِ صحت اور مروّت کے منافی اشیاء کو حرام قرار دیا گیا۔ ارشاد ہے: "اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو"[56] مردار، خون اور سور کے گوشت کے ساتھ ساتھ ان چیزوں کو بھی حرام قرار دیا گیا جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام پر قربان کی گئی ہوں۔ ارشاد ہے: "تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا۔"[57] اسلام نے انسانی جان کی حفاظت کو بہر صورت یقینی بنانے کی کوشش کی، اس کا اندازہ ان احکام سے ہوتا ہے جن کے مطابق بھوک کی وجہ سے جان کے چلے جانے کا خطرہ لاحق ہو تو حرام قرار دی گئی اشیاء کو کھانے کی بھی اجازت دے دی گئی۔ ارشاد ہے: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ

اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾[58] تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں، بیشک اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔ ☆ جہاد فی سبیل اللہ کو اسلامی نظریۂ حیات میں بڑی اہم حیثیت حاصل ہے، اس کا مقصد بھی انسانوں کی جانوں کی حفاظت ہے، جہاد کے ذریعے فساد کو ختم کرنے اور امن کو بحال رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ارشاد ربانی ملاحظہ ہو: "اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہاں پر فضل کرنے والا ہے۔"[59] جہاد کی فرضیت کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں مریضوں اور معذوروں کو استثنیٰ حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد ہے: ﴿ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ﴾[60] اندھے پر تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر مؤاخذہ۔ ☆ انسانی جان کی حفاظت کی فکر کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ خودکشی کو حرام قرار دیتے ہوئے خدا سے امید وابستہ کرنے کی تعلیم دی گئی۔ ارشاد ہے: "اور اپنی جانیں قتل نہ کرو، بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔"[61] انسانی جان اور صحت کی حفاظت سے متعلق اسلامی فکر نے مسلمانوں کی جو تربیت کی اس کا ہی اثر تھا کہ مسلمانوں نے وباؤں کی آمد پر غیر معمولی احتیاط کا مظاہرہ کیا۔ اسلام کے بنیادی مصادر کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ وبا کے دوران محتاط رویہ اختیار کرنا اور علاج کروانا بہت ضروری ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم سن لو کہ کسی جگہ طاعون کی وبا پھیل رہی ہے تو وہاں مت جاؤ لیکن جب کسی جگہ یہ وبا پھوٹ پڑے اور تم وہیں موجود ہو تو اس جگہ سے مت نکلو۔"[62] انسانی جان کے تحفظ کے لئے کتنا محتاط رہنے کی ضرورت ہے اس کا اندازہ بیمار اونٹ سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی اس تاکید سے ہوتا ہے: "بیمار اونٹوں والا صحت مند اونٹوں والے (چرواہے) کے پاس اپنے اونٹ نہ لے جائے"[63] رسول اللہ ﷺ کی یہ ہدایات وبائی صورت حال میں انسانوں کے درمیان سماجی فاصلہ قائم رکھنے، قرنطینہ کرنے نیز مختلف ادارے اور بازار بند کرنے کے لئے رہنما اصول فراہم کرتی ہیں۔ مختلف کاروباری مراکز کو بند کرنے اور آمد ورفت پر پابندیاں عائد کرنے (Lockdown) سے متعلق اسلامی فکر میں موجود سنجیدگی کا اندازہ قرآن مجید میں مذکور چیونٹیوں کے ایک خاص واقعہ سے بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چیونٹیوں کو مل جل کر رہنے کا شعور عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ ننھی مخلوق اجتماعیت کے اصول کے تحت بستیوں کی صورت میں رہتی ہے۔ حضرت سلیمانؑ اپنے لشکر کے ہمراہ محو سفر تھے تو ایک چیونٹی نے اس منظر کو دیکھ

لیا، اس نے اعلان کیا: "اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، کہیں سلیمانؑ اور ان کا لشکر تمہیں بے خیالی میں کچل نہ ڈالیں"[64] قرآن مجید میں مذکور چیونٹیوں کا یہ قصہ انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے کہ انہیں اپنی حفاظت کے لیے انفرادی و اجتماعی حیثیت سے متحرک رہنا چاہیے۔ چیونٹیوں نے نقصان سے بچنے کے لئے جس "لاک ڈاؤن" کا مظاہرہ کیا اس میں انسانوں کے لئے بھی بہت سے دروس و عبر پوشیدہ ہیں۔ قرآنی آیات و احادیث نبویہ سے یہ واضح رہنمائی حاصل ہوتی ہے کہ وبائی صورت حال میں احتیاط سے کام لینا چاہیے، سماجی فاصلے کو قائم رکھنا چاہیے، طبی ماہرین کا تجویز کردہ طریقۂ علاج اختیار کرنا چاہیے اور ریاست کے ذمہ داران ملک و قوم کے مفاد میں جو فیصلے کریں ان کی تائید کرنی چاہیئے۔ وبا کے پھیلاؤ کو روکنے کی غرض سے حکومت کے مختلف ادارے جو احکامات جاری کریں ان کی تعمیل میں عدم تعاون، کمزوری اور تساہل کا مظاہرہ کسی صورت بھی فکر اسلامی سے مطابقت نہیں رکھتا۔

4۔ وباؤں سے بچاؤ اور علاج کے حوالے سے پاکستان کے مسلم علماء کا حالیہ طرز عمل

مسلم علماء نے اسلامی تعلیمات کی روح کے عین مطابق وباؤں سے بچنے کے لیے ہر قسم کی علمی و عملی تدابیر کو اختیار کیا۔ کورونا وائرس ایک ایسی وبا کی صورت میں ظاہر ہوا جس کے اثرات پوری دنیا میں محسوس کیے گئے۔ اس دوران مسلمانوں میں خدا کی طرف رجوع اور مذہبی معاملات سے رغبت کے رجحانات کثرت سے سامنے آئے۔ اس ضمن میں پاکستان کے مسلم علماء کا ردعمل عمومی طور پر مثبت رہا لیکن بعض ایسے رویے بھی دیکھنے کو ملے جنہیں قابل ستائش قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پاکستان میں لاک ڈاؤن کا مشکل فیصلہ کورونا کے مریضوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر ۲۰ مارچ ۲۰۲۰ء کو کیا گیا۔ علما کے ایک نمائندہ وفد نے صدرِ پاکستان جناب عارف علوی سے ملاقات کی اور ۱۸ اپریل 2020ء کو بیس نکات پر مشتمل ایک متفقہ اعلامیہ جاری کیا۔ اس کے مطابق مساجد اور امام بارگاہوں سے قالین اٹھوا دیئے گئے اور لوگوں سے کہا گیا کہ وہ اپنے ساتھ جائے نماز لے کر آئیں۔ معاشرتی فاصلہ کی حکمت عملی کو اختیار کیا گیا۔ مسجد میں بیٹھ کر گفت و شنید کرنے سے منع کیا گیا۔ بڑی عمر کے حامل اور بیمار افراد کو نماز کے لیے مسجد نہ آنے کی ترغیب دی گئی۔ نمازِ تراویح سڑک وغیرہ کے بجائے صرف مسجد کی حدود میں ادا کرنے کی اجازت دی گئی۔ مساجد کے فرش اور جائے نماز کو جراثیم کش کلورین سے دھونے کا کہا گیا۔ جماعت کی نماز میں ٦ فٹ کا فاصلہ قائم رکھنے کا کہا گیا۔ احتیاطی تدابیر پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لئے باقاعدہ کمیٹیز قائم کی گئیں۔

ہدایت کی گئی کہ نمازی گھر سے وضو کر کے مسجد میں آئیں اور ماسک پہنیں۔ مساجد میں ہاتھ ملانے اور گلے ملنے کی اجازت نہ دی گئی۔ لوگوں کو اعتکاف کے لئے گھر پر بیٹھنے کی ترغیب دی گئی۔ مساجد میں سحری وافطاری کا کوئی انتظام کرنے سے منع کیا گیا۔ یہ یقین دہانی کرائی گئی کہ مساجد انتظامیہ مقامی پولیس کے ساتھ رابطے میں رہ کر ان سے تعاون کرے گی۔[65] مسلم علماء کے اس مثبت رد عمل سے قطع نظر بعض انتہا پسندوں کے رویے بڑے نامناسب بھی رہے۔ انہوں نے موقف اختیار کیا کہ کورونا وائرس مسلمانوں کے خلاف یہود اور مغربی ممالک کی سازش ہے۔[66] اس نظریے کے پیش نظر انہوں نے وبا سے بچنے کے لیے اختیار کیے گئے حفاظتی اقدامات کی بھی مخالفت کی۔ خوش آئند اور تسلی بخش امر یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک واضح اکثریت نے مثبت طرز عمل کے حامل علماء کو پذیرائی بخشی اور حکومت کے اعلان کردہ حفاظتی اقدامات کو خوش آمدید کہا۔

5۔ نتائج

وباؤں سے متعلق اسلامی نقطہ ہائے نظر کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کے تمام معاملات پر مکمل اختیار رکھتا ہے۔ وباؤں کی آمد اور ان کے اختتام کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ کی منشا سے ہے۔ انسانوں کو چاہیے کہ وہ وباؤں سے نجات کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کی طرف سے بھیجی گئی تعلیمات کی طرف رجوع کریں۔ وباؤں کی آمد کے اسباب سے متعلق اسلامی تعلیمات کے پس منظر میں مختلف نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں۔ وبائیں انسانوں کی اغلاط کا نتیجہ یا ان کے گناہوں کی سزا ہو سکتی ہیں۔ ان کے توسط سے انسانوں کے علم اور ان کے طرز عمل کی جانچ کی جاسکتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسانوں کے درجات کی بلندی کا باعث ہو سکتی ہیں۔ وباؤں کی آمد کے اسباب سے متعلق مسلمانوں میں پائے جانے والے مختلف نقطہ ہائے نظر کا حاصل یہ ہے کہ وبا کے دوران محتاط رہا جائے اور علاج کروایا جائے۔ وبائی کیفیات سے نجات حاصل کرنے کے لیے مسلم علماء کی اکثریت نے نہایت مؤثر کردار ادا کیا۔ اس حوالے سے بعض طبقات نے کورونا وائرس کی وبا کو مغربی ممالک کی سازش قرار دیا۔ وبا سے بچاؤ کے لیے مثبت رویہ رکھنے والے علماء کی علمی اور عوامی حلقوں میں ستائش کی گئی اور سازشی نظریہ کے حاملین کو ناپسند کیا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مصادر و مراجع

[1] *J.N. Hays, Epidemics and Pandemics: Their Impacts on Human History (ABC-CL10, Santa Barbara, 2005),P:xi*

[2] سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ (قدیمی کتب خانہ، لاہور،2008ء)،ج:4ص:645

[3] *A.P.Zelicoff and M. Bellomo, Microbe:Are We Ready for The Next Plague? (American Management Association, New York, 2005),P: 1-246*

[4] *J.N. Hays, Epidemics and Pandemics: Their Impacts on Human History, P: 1-8*

[5] ابن حجر عسقلانی، بذل الماعون فی فضل الطاعون (دار العاصمۃ، ریاض، 1411ء)، ص:355

[6] مسلم معاشروں میں وبائی امراض کی تاریخ اور ان کے علاج سے متعلق مسلمانوں کی خدمات کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر محمد ضیاء الحق و ڈاکٹر محمد ریاض محمود، مضمون "وبائی امراض کی تاریخ اور ان کے اثرات: فکر اسلامی کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ"، مجلہ فکر و نظر، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، جلد:57، شمارہ:3، جنوری-مارچ2020ء، ص:142-101

[7] مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری النیسابوری (م۲۶۱ھ)، صحیح مسلم (داراحیاء التراث العربی، بیروت)، ج:۴، ص:۲۰۴۴، رقم الحدیث:۲۶۵۳۔

[8] التوبۃ۹:۵۱

[9] الانبیاء۲۱:۳۵

[10] آل عمران۳:۱۵۴

[11] الشعراء۲۶:۸۰

[12] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، باب ما أنزل اللہ داء إلا أنزل لہ شفاء (دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، ج:۱۲۲، رقم الحدیث:۵۶۷۸

[13] السجستانی، ابو داؤد، سنن ابی داؤد، باب فی الادویۃ المکروھۃ، ج:۲، ص:۱۸۴

[14] محمد بن عیسیٰ، الترمذی، ابو عیسیٰ (م۲۷۹ھ)، سنن الترمذی (دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1998ء، ج:3، ص:479

[15] محمد بن عیسی، سنن الترمذي، ج:۵، ص:۴۵۳۔

[16] سورۃ الشوریٰ ۴۲:۳۰۔

[17] طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن (دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۱۰م)، ج:۶، ص:۳۳۵۔

[18] سورۃ الانفال۸:۵۳۔

[19] طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ج:۶، ص:۳۴۵۔

[20] سعدی، عبد الرحمن بن ناصر، تیسیر الکریم الرحمن فی کلام المنان (مکتبہ دار السلام، لاہور، ۲۰۱۵ء)، ص:۱۵۶۔

[21] البقرہ2:34۔

[22] سورۃ البقرۃ۲:۲۴۳۔

[23]القرطبی، الجامع لاحکام القرآن (دارالفکر، بیروت، ۱۹۸۸ء) سورۃ البقرۃ تحت آیۃ رقم: ۲۴۳۔

[24]ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر (دارالعاصمۃ، الریاض)، ص: ۲۴۳۔

[25]علامہ رشید رضا، تفسیر المنار (دارالکتب، قاہرۃ، ۱۹۶۴ء)، البقرۃ تحت آیۃ رقم: ۲۴۳۔

[26]فخر الدین الرازی، التفسیر الکبیر للرازی (دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۸ء)، البقرۃ تحت آیۃ رقم: ۲۴۳۔

[27]دریا آبادی، تفسیر ماجدی (داراسلامیات، لاہور، ۲۰۰۰ء)، البقرۃ: آیۃ رقم: ۲۴۳۔

[28]طبری، محمد بن جریر، جامع عن تاویل آی القرآن، ج: ۵، ص: ۳۴۵۔

[29]سورۃ الاعراف ۷:۱۷۵۔

[30]الصاوی، حاشیہ صاوی علی الجلالین (دارالکفر، بیروت، ۱۹۹۸ء)، ج: ۲، ص: ۲۷۷۔

[31]القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج: ۵، ص: ۴۵۵۔

[32]سورۃ البقرۃ ۲:۵۷۔

[33]الصاوی، حاشیہ صاوی علی الجلالین، ج: ۱، ص: ۳۱۔

[34]القزوینی، محمد بن یزید بن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب العقوبات (دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۱۰م)، حدیث: ۴۰۱۹۔

[35]القزوینی، محمد بن یزید بن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب العقوبات، حدیث: ۴۰۲۰۔

[36]القزوینی، محمد بن یزید بن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب العقوبات، حدیث: ۴۰۲۲۔

[37]سورۃ البقرۃ ۲:۱۵۵۔

[38]ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج: ۱، ص: ۲۱۱۔

[39]شیخ سعدی، تفسیر سعدی، ص: ۷۰۔

[40]سورۃ العنکبوت ۲۹:۳۔۱۔

[41]شیخ سعدی، تفسیر سعدی، ص: ۶۲۶۔

[42]القزوینی، السنن، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، حدیث: ۴۰۲۴۔

[43]الترمذی، الجامع، کتاب الزہد عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، حدیث: ۲۳۹۸۔

[44]القزوینی، السنن، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، حدیث: ۴۰۳۰۔

[45]القزوینی، السنن، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، حدیث: ۴۰۲۹۔

[46]القزوینی، السنن، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، حدیث: ۴۰۳۲۔

[47]القزوینی، السنن، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، حدیث: ۴۰۳۱۔

[48] الترمذی، الجامع، کتاب الزہد عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، حدیث:۲۳۹۹۔

[49] سورۃ الشوریٰ ۳۰:۴۲۔

[50] قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابو بکر، الجامع لاحکام القرآن (دار الفکر، بیروت، ۲۰۰۸ء)، ج:۵، ص:۲۲۶۔

[51] السجستانی، السنن، کتاب الجنائز، باب الامراض المکفرۃ للذنوب، حدیث:۳۰۹۰۔

[52] السجستانی، السنن، کتاب الجنائز، باب الامراض المکفرۃ للذنوب، حدیث:۳۰۸۹۔

[53] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المرضی، باب ماجاء فی کفارۃ المرض، حدیث:۵۶۴۱۔

[54] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المرضی، باب ماجاء فی کفارۃ المرض، حدیث:۵۶۴۵۔

[55] المائدۃ ۵:۸۸،۸۷

[56] البقرۃ ۲:۱۹۵

[57] المائدۃ ۵:۳

[58] البقرۃ ۲:۱۷۳

[59] البقرۃ ۲:۲۵۱

[60] الفتح ۴۸:۱۷

[61] النساء ۴:۲۹

[62] محمد بن إسماعيل أبوعبد الله البخاري الجعفي، صحیح البخاری، (دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ء)، ج:۷، ص:۱۳۰، رقم الحدیث:۵۷۲۸۔

[63] مسلم بن حجاج، صحیح مسلم (دار احیاء التراث العربی، بیروت)، ج:۴، ص:۱۷۴۳، رقم الحدیث:۲۲۲۱

[64] النمل ۲۷:۱۸

[65] *www.dawnnews.com/President Alvi outlines plan agreed with ulema on congregational prayers during Ramazan, dated 18 Apr 2020*

[66] *https://urdu.geo.tv/latest/235871-05-06-2021/06:31pm.*

English References

1. J.N. Hays, Epidemics and Pandemics: Their Impacts on Human History (ABC-CL10, Santa Barbara, 2005),P:xi
2. Syed Ahmad Dehlvi, Farhang-e- Asfia (Qadeemi Kutab Khana, Lahore, 2008), V:4,P:645
3. A.P.Zelicoff and M. Bellomo, Microbe:Are We Ready for The Next Plague? (American Management Association, New York, 2005),P: 1-246
4. J.N. Hays, Epidemics and Pandemics: Their Impacts on Human History, P: 1-8
5. Ibn-e-Hajar Asqalani, Bazil-ul-Maoun Fi Fazal-ul-Taoon (Dar-ul-Asimah, Riaz, 1411), P:355
6. For details on the history of epidemic diseases in Muslim societies and the services of Muslims in treating them, Dr. Muhammad Zia-ul-Haq & Dr. Muhammad Riaz Mahmood, Mazmoon " Wabai Amraz ki Tarikh aur un k Asrat: Fikar Islami k Tnazur main Tahqiqi

Mutalia" , Mujalah Fikr-o-Nazar, Idarah, Tahqiqat-e-Islami, ben-ul-Aqwami Islami University, Islamabad, V:57, Edition:3, January –March 2020, S:142-101
7. Muslim Bin Hujaj Neshapuri, Sahih Muslim(Dar-ul-Turaas-ul-Arbi, Beroot), V: 4, P:2044, Hadith No: 2653
8. Al-Toba9:51
9. Al-Ambia 21:35
10. Aly Imran 3: 154
11. Al-Shuara 26: 70
12. Al-Bukhari Muhammad Bin Ismaeel, Sahih Bukhari, Baab Ma Anzala Allah Dah Illah Anzala lahu Shifa (Dar Tooq-ul-Nijaat, 1422) V:122, Hadith No: 5678
13. Al-Sajastani, Sunan Abi Daood, Baab fi Advia –ul-Makrohia, V: 2, P: 184
14. Muhammad Bin Eesa Al-Tirmzi, Sunan-ul-Tirmazi(Dar-ul-Gharb-ul-Islami, Beroot, 1998)V: 3,P:479
15. Muhammad Bin Eesa Al-Tirmzi, Sunan-ul-Tirmazi, V: 5,P:453
16. Al-Shura 30: 42
17. Muhammd Bin Jareer Tibri, Jaam-ul-Bian Un Taveel Ay-ul- Quran(Dar-ul-Kutub-ul-Ilmiye, Beroot, 2010), V: 6,P: 335
18. Al-Anfal 8: 53
19. Muhammd Bin Jareer Tibri, Jaam-ul-Bian Un Taveel Ay-ul- Quran, V: 6,P: 345
20. Abd-ul-Rahman Bin Nasir Saadi, Taiseer-ul-Kareem-ul-Rahman Fi Klam-ul-Manan(Maktaba Dar-ul-Salaam, Lahore, 2015),P: 156
21. Al-Baqara2: 34
22. Al-Baqara2: 243
23. Muhammad Bin Ahmad Al-Qurtabi, Al-Jamao Lai Ahkam-ul-Quran(Dar-ul-Fikr, Beroot, 1988),P:80
24. Ibn-e-Kaseer, Tafseer Ibn-e-Kaseer(Dar-ul-Asima, Al-Riaz), P: 243
25. Allama Rasheed Raza, Tafseer-ul-Minaar(Dar-ul-Kutub, Qahirah, 1964),P: 35
26. Fakhar-ul-Deen Razi, Al-Tafeer-ul-Kabeer(Dar-ul-Kutub-ul-Ilmia, Beroot, 1988), V:1,P: 98
27. Abd-ul-Majid Daria Abadi, Tafseer Majdi(Dar Islamiat, Lahore, 2000),V:1,P: 120
28. Muhammd Bin Jareer Tibri, Jaam-ul-Bian Un Taveel Ay-ul- Quran, V: 5,P: 345
29. Al-Aaraf 75: 7
30. Savi, Hashia Alal Jlalain(Dar-ul-Kufr, Beroot, 1998) V: 2,P:767
31. Muhammad BinAhmad Al-Qurtabi, Al-Jamao Lai Ahkam-ul-Quran,V:5,P:455
32. Al-Baqarah 2: 57
33. Savi, Hashia Alal Jlalain(Dar-ul-Kufr, Beroot, 1998) V: 1,P:31
34. Muhammad Bin Yazeed Bin Maja, Al-Sunan, Kitab-ul-Fitan, Baab-ul-Uqoobat(Dar-ul-Kutub-ul-Ilmia, Beroot, 2010), Hadith No: 4019
35. Muhammad Bin Yazeed Bin Maja, Al-Sunan, Kitab-ul-Fitan, Baab-ul-Uqoobat, Hadith No: 4020
36. Muhammad Bin Yazeed Bin Maja, Al-Sunan, Kitab-ul-Fitan, Baab-ul-Uqoobat, Hadith No: 4022
37. Al-Baqarah 2: 155
38. Ibn-e-Kaseer, Tafseer Ibn-e-Kaseer, V:1, P: 211
39. Shaikh Saadi, Tafseer Saadi, P: 70
40. Al-Ankaboot 29: 3-1
41. Shaikh Saadi, Tafseer Saadi, P: 262
42. Al-Qazvini, Al-Sunan, Kitaab-ul-Fitan, Baab-ul- Sabr Alal Bila, Hadith No:4024
43. Muhammad Bin Eesa Al-Tirmzi, Sunan-ul-Tirmazi, Kitaab-ul-Zuhad An Rasool Lillahi, Baab Maa Jaa fi Sabr alal Bilaa, Hidth No: 2398
44. Al-Qazvini, Al-Sunan, Kitaab-ul-Fitan, Baab-ul- Sabr Alal Bila, Hadith No:4030
45. Al-Qazvini, Al-Sunan, Kitaab-ul-Fitan, Baab-ul- Sabr Alal Bila, Hadith No:4029
46. Al-Qazvini, Al-Sunan, Kitaab-ul-Fitan, Baab-ul- Sabr Alal Bila, Hadith No:4032

47. Al-Qazvini, Al-Sunan, Kitaab-ul-Fitan, Baab-ul- Sabr Alal Bila, Hadith No:4031
48. Muhammad Bin Eesa Al-Tirmzi, Sunan-ul-Tirmazi, Kitaab-ul-Zuhad An Rasool Lillahi, Baab Maa Jaa fi Sabr alal Bilaa, Hidth No: 2399
49. Al-Shura 30: 42
50. Muhammd Bin Ahmad Al-Qurtabi, Al-Jamao Lai Ahkam-ul-Quran,V:5,P:226
51. Al-Sajastani, Sunan, Baab-ul-Amraz-ul-Mukaffirah Lizzanoob, Hadith No: 3090
52. Al-Sajastani, Sunan, Baab-ul-Amraz-ul-Mukaffirah Lizzanoob, Hadith No: 3089
53. Muhammad Bin Islaeel Al-Bukhari, Kitaab-ul-Marzi, Baab Maa Jaa Fi Kaffaratul Marz, HadithNo: 5641
54. Muhammad Bin Islaeel Al-Bukhari, Kitaab-ul-Marzi, Baab Maa Jaa Fi Kaffaratul Marz, HadithNo: 5645
55. Al-Maeedah 5: 88-87
56. Al-Baqarah 2: 195
57. Al-Maeedah 5: 3
58. Al-Baqarah 2: 173
59. Al-Baqarah 2: 251
60. Al-Fatah 48: 17
61. Al-Nisaa4: 29
62. Muhammad Bin Islaeel Al-Bukhari, Dar Tooq-ul-Nijaat, 1422),V: 7, P: 130, HadithNo: 5728
63. Muslim Bin Hujaaj , Sahih Muslim, (Dar-ul-Ahya-ul-Turaas-ul-Arbi, Beroot)
64. Al-Nammal 27: 18
65. www.dawnnews.com/President Alvi outlines plan agreed with ulema on congregational prayers during Ramazan, dated 18 Apr 2020
66. https://urdu.geo.tv/latest/235871-05-06-2021/06:31pm